Vol.4 No.4 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

"تحفۃ الاخوان" میں حب الوطنی کے عناصر

ELEMENTS OF PATRIOTISM IN "TUHFA-TUL-IKHWAN

☆ڈاکٹر رخسانہ بی بی، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

☆☆روبینہ یاسمین پی ایچ ڈی اسکالر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

☆☆☆ڈاکٹر رابعہ سرفراز، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

Abstract:

"Tuhfa-tul-Ikhwan" is a long Poem by Molana Altaf Husain Hali. This poem is a symbol of love, peace, loality, harmony, honesty and brotherhood. The poem is written about the life of Indian Muslims. Molana Hali tried to awake the Muslims from the life of ignorance. He believe in brotherhood. He loves his country and his nation. He wanted Muslims of subcontinent to lead independent life. It is a law of nature that a person who possesses the same thinking gets the same. It is said that the same intention, the same fruit. Nowadays, every nation has understood the importance of time. If hard work is done on time then this hard work pays off. We should be happy with whatever Allah Almighty has given us. Those who are poor keep trying their luck and work hard honestly.

Key words: love, peace, leader, honor, goals.

مولانا الطاف حسین حالیؔ ایک عظیم شاعر، ادیب، سوانح نگار، محقق اور نقاد تھے۔ آپ کی شاعری پر اپنے زمانے کے سماج کی عکاسی کرتی ہے۔ آپ کی شاعری میں وطنیت اور قومیت کا جذبہ موجود ہے۔ آپ نے مظاہر فطرت کے علاوہ انسانی معاشرے سے متعلقہ اصول و قوانین کو بھی اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ حالیؔ نے سماجی ناانصافی، عورت کے حقوق کی پامالی، قوم کی تعلیمی پسماندگی اور اخلاقیات کے فقدان پر نظمیں لکھی ہیں۔ اپنی شاعری میں نو آبادیات کے تناظر میں عوام جن مسائل کا شکار ہیں ان کو پیش کیا ہے۔ نو آبادیاتی نظریات میں دیسی حکومتوں کا نااہل قرار دینا اور عوام کو کاہل بنانا ایک سازش تھی۔ حالیؔ نے انگریز حکومت کے سیاسی، سماجی اور معاشی نظام کو اپنی شاعری میں بیان کیا۔ آپ مکمل طور پر نا تو انگریز کے حق میں تھے نا اس نظام کے مکمل طور پر خلاف تھے۔ آپ اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ برطانوی حکومت نے اپنی رعایا کو جو مراعات دی تھیں اس کا اندازہ انھیں سرسید کی تحریروں سے ہوا۔ انھیں اس حکومت کی سب سے بڑی خوبی یہی پسند تھی کہ وہ عوام کی فلاح و بہبود کو توجہ دیتے تھے۔ مسلمانوں کو اس بات کا احساس دلانے کی کوشش کرتے تھے کہ عوام کو صرف اپنی اور اپنے ملک کی ترقی کی فکر ہونی چاہیے۔ باقی اقوام کی ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے کہ وہ اصلاحی اور ترقیاتی کاموں پر اپنی توانائی استعمال کریں۔ حالیؔ اپنی قوم سے توقع رکھتے تھے کہ وہ اپنی فلاح کے کام خود بھی کرے اور حکومت کو بھی اصلاح و ترقی کے کاموں کی طرف توجہ مبذول کروائے۔ حالیؔ اس نظم میں بھی عوام کی اخلاقی اور سماجی اصلاح کے لیے کوشاں ہیں۔

"تحفۃ الاخوان" مولانا الطاف حسین حالی کی طویل نظم ہے۔ یہ نظم 1914 میں مالک مرغوب ایجنسی لاہور سے شائع ہوئی۔ یہ نظم پہلی بار دہلی کی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس میں مولانا حالیؔ نے بڑے پُر درد اور پر جوش انداز میں پڑھی۔ اس نظم کو سن کے ہمدردانِ قوم جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مصائب کو سن کر اور اپنی مصیبت کو یاد کر کے بے اختیار گریہ زاری کرتے رہے۔ حالی نے جب یہ نظم پڑھی تو بہ سبب نقاہت ایک مرتبہ ساکت ہو کر بیٹھ گئے مگر اس دوران بھی لوگوں کا جوش کم نہ ہوا۔ اس نظم کی داد میں مینہ کی طرح پیسہ برسایا گیا۔ جس کی تعداد دو ہزار کے قریب ہو گئی۔ یہ رقم حالی نے مدرسۃ العلوم علی گڑھ کو دے دی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ مبلغ دو سو روپے کا فروخت ہوا۔ اس نظم کے سات بند ہیں۔ اور اس نظم کو ترکیب بند میں لکھا گیا ہے۔ آغاز میں حالی لکھتے ہیں:

"دانائی کی بات جو نادان کہے اسے قبول کرو اور نادانی کی بات جو دانا کہے اسے بخش دو۔"(1)

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے نظم کا آغاز کرتے ہیں۔پہلے بند میں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر تم حقیقت کو سمجھ لو اس میں تمہاری فلاح ہے۔زمیں کی گھاس پھوس سے لے کر پہاڑ کی چوٹیوں تک خدا کی حکمرانی ہے اور چھوٹے چھوٹے ذرّوں سے لے کر آفتاب تک خدا کی ذات ہے جو سب کچھ پیدا کر نے والی ہے اور اس نظام کو چلانے والی ہے۔خدا کے ذات ہے جو سب کچھ عطا کرنے اور چھیننے پر قادر ہے۔قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و تعز من تشاء وتذل من تشاء و بیدک الخیر(۲)

اور وہی عزت دیتا اور وہی ذلت دیتا ہے۔اس کے ہاتھ میں خیر ہے۔

اس بند میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے یہ سب فانی ہے اور یہ دنیا کا مال دنیا میں ہی رہ جائے گا کسی چیز نے انسان کے ساتھ نہیں جانا ہے۔انسان کو اس بات سے آگاہ ہونا چاہئے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہے یہ سب کچھ انسان کی خاطر بنایا گیا ہے اور ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ دنیا کی تمام آسائشیں اس کے قبضہ میں آجائیں۔دنیا میں اگر کچھ کام کرنا چاہتے ہو تو اچھے اعمال کرواور حلال کماؤ۔ہر انسان کی خواہش ہے کہ اس کے پاس اچھی ڈگری اور اچھے وسائل ہوں جس میں وہ لوگوں میں فخر کرسکے۔بقول حالیؔ:

جان لیتے ہیں کہ آمد ہے خزاں کی باغ میں
ٹہنیوں سے خود بخود جب پتیاں جھڑنے لگیں
دیکھ لیتے ہیں کہ جس گھر کی ہے پانی پر بنا
کوئی دن میں رہے گا ہو کے پیوندِ زمیں
بسکہ ہے ان کو قوانین الٰہی پر وثوق
اس لیے رکھتے ہیں اپنی پیشگوئی کا یقیں
دیکھتے ہیں روشنی جب دن کی وہ جاتی ہوئی
ان کو آنکھوں سے نظر آتی ہے رات آتی ہوئی(۳)

اللہ تعالی انسان کو مال و دولت اور اولاد کی آزمائش سے گزارتا ہے۔جو انسان اس آزمائش پہ پورا اترتا ہے وہ اللہ تعالی کے پسندیدہ بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔اللہ تعالی نے ہمیں آسائشیں اس لیے عطا کی ہیں تاکہ وہ ہمیں آزما سکے کہ کون ان نعمتوں کو حاصل کرنے کے بعد اللہ کا شکر گزار بندہ بن جاتا ہے اور کون ہے جو نا شکرا بن کر زندگی گزار دیتا ہے۔تکبر لالچ اور حرص اِن سب چیزیں کو اللہ نے ناپسند فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ انسان کو کبھی عطا کر کے اور کبھی انسان سے نعمتیں چھین کر اس کو آزماتا ہے .اللہ کی ذات بڑی صفات کی ملک ہے وہ بہت رحیم و کریم ہے وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔اللہ تعالی رحیم و کریم اور ہر شے چیز کا مالک ہے۔انسان مٹی سے بنا ہے اور اسے مٹی میں ہی واپس جانا ہے ہے جن لوگوں کو اس بات کا یقین ہے جو عقیدہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔وہ پہلے سے ہی اپنے اعمال درست کر لیتے ہیں اور خوف خدا میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

دوسرے بند میں شاعر نے لکھا ہے یہ قدرت کا قانون ہے کہ جو شخص جیسی سوچ کا مالک ہو اسے وہی ملتا ہے۔کہتے ہیں کہ جیسی نیت ویسا پھل۔آج کل ہر قوم وقت کی اہمیت کو سمجھ چکی ہے۔جو وقت کی قدر نہیں کرتا وقت اسے پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔اگر وقت پر محنت کی جائے تو اس محنت کا پھل ملتا ہے۔اللہ تعالی نے جو بھی انسان کو عطا کیا ہے اسے اس پر خوش ہونا چاہیے۔جو مفلس ہیں وہ اپنی قسمت کو کوستے رہتے ہیں۔جبکہ انہیں محنت کرکے اپنی حالت بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔یہ لوگ تجارت کرکے مال کمانے کی بجائے اپنے گھر کا مال بیچ بیچ کھائے جاتے ہیں۔

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

جو قومیں صرف دولت سے پیار کرتی ہیں۔ وہ لوگ سود لینے اور سود دینے میں خدا کا خوف نہیں کھاتے ۔ سود کا کاروبار کرتے ہیں خود بھی سود لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی لٹاتے ہیں۔ اپنی ضروریات کے مطابق انسان کو محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ جتنے کھانے والے ہوں اسی حساب سے کمانے والے بھی ہونی چاہیے۔

اور اپنے اپنے جوہر ہیں جہاں دکھلا رہے
یہ دکھاتے پھرتے ہیں جوہر سلف کے جا بجا
اور مفلس ہوں تو روزی کو پھریں کرتے تلاش
یہ جو مفلس ہوں تو قسمت کا پھریں کرتے گلا
اور قومیں ہیں جہاں مال تجارت بیچتی
یہ وہاں گھر بار کے کرتے ہیں کوڑے برملا
اور ہیں سب سود لینے میں یہ دینے میں دلیر
اور ہیں سب لوٹنے پر یہ لٹانے پر فدا
جتنے اوروں میں ہیں کھاؤ اتنے ہی واں ہیں کماؤ
یاں کماؤ ایک ہے۔ تو کھانے والا قافلا
زندگی جس قوم کی دنیا میں گزری اس طرح
وہ رہے گی قوم دنیا میں بتاؤ کس طرح(۴)

جس کسی کے پاس اس جہاں میں دولت آجاتی ہے تو وہ دوسروں کی مدد کرنے کی بجائے اس دولت کو اپنی نسلوں کے لئے محفوظ کر لیتا ہے اور جو کوئی فاقہ کشی کا شکار ہوجاتا ہے تو اس کی ساری زندگی فاقہ کشی میں ہی گزر جاتی ہے۔ اپنے مال کو کفایت شعاری سے خرچ کرنے کی بجائے یہ کوشش ہوتی ہیں کہ دکھاوے کی صورت میں سب کچھ لٹا دیں۔ جو قوم اس دستور کے مطابق زندگی گزارے گی ابھی تو پھر وہ قوم کس طرح کامیاب ہو سکتی ہے۔

تیسرے بند میں شاعر کہتے ہیں کہ ہماری قوم غفلت کی نیند کا شکار ہو چکی ہے۔ کھلی آنکھوں کے باوجود بے خبر مصر کی ممیوں کی طرح سب سو رہے ہیں۔ یہ خود تو بے حس و حرکت ہیں مگر لیکن ان کی ظاہری حالت عبرت و نصیحت کی داستان ہے پیش کرتی ہے۔ اسی طرح مسلم قوم کی حالت بھی نشانِ عبرت بن رہی ہے۔ کیونکہ ان میں کوئی جوش و خروش نہیں ہے۔ بقول شاعر:

نیند غفلت کی ہے سرتا سر مسلط قوم پر
سب کی آنکھیں ہیں کھلی، سوتی ہیں لیکن بے خبر
مصر کی ممیاں ہیں سب گویا نہیں جن میں حیات
گو کہ جیتے جاگتے آتے ہیں ظاہر میں نظر(۵)

اگرچہ ظاہر میں وہ حیات ہیں مگر حال سے بے خبر ہیں۔ خاندانوں کو روزگار کی فکر ہے جس کی وجہ سے کبھی ایک گھر تو کبھی دوسرا گھر غربت کی وجہ سے اجڑ رہا ہے۔ حالات کی گرفت سے جو دور ہیں ان کو علم ہے کہ اس بھیڑیا جیسے زمانے کا چلن ان تک پہنچ سکے گا۔ قوم اہل علم و اہل دولت سے امیدیں وابستہ کیے ہوئے ہے۔ اہل علم کو اتنی فرصت نہیں کی وہ دین کو چھوڑ کر دنیا میں الجھیں۔ اہل دولت کی پہنچ اہل علم

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

تک ممکن نہیں۔دوسرے ممالک تک دین کی دعوت حق گوئی، تبلیغ قرآن اور اسلام کے فرقوں کو یکجا کون کرے گا۔اگر یہی صورتحال رہی تو آج کی بے پروائیاں کل کی رسوائیوں کی صورت میں سامنے آئیں گی۔اب دعا ہے نماز جو مومن کی معراج ہے اس کی پابندی کی جائے اور نماز کے بعد اجتماعی دعا کی جائے۔ مسلمانوں کی دعاؤں میں اسی لیے اثر نہیں ہے کہ انسان کا خدا سے یقین اٹھ چکا ہے۔دعا اگر کامل یقین اور سچے دل سے مانگی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے۔حالی کو مسلمانوں کی حالت کی بہت فکر تھی۔اس بارے میں کوثر مظہری رقم طراز ہیں:

"الطاف حسین حالی نے ۱۸۵۷ کی ناکام جنگِ آزادی کے اثرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔تہذیبی اور ثقافتی عناصر کا فقدان پایا۔ہر فرد کی آنکھوں میں مایوسی اور بالخصوص امتِ مسلمہ کی زبوں حالی سے وہ بہت متاثر ہوئے۔حالی اپنی قوم کی عظمتِ رفتہ کی بازیافت کی دھن میں اشک بار رہے۔"(۶)

چوتھے بند میں شاعر نے اپنی قوم کو خواب غفلت سے جگانے کی کوشش کی ہے۔جو مسلمان انتہائی پستی کی حالت میں جی رہے ہیں ان کی غیرت جگانے کی کوشش ہے۔بعض اوقات تھوڑی سی غفلت کی بنا پر بازی ہار دی جاتی ہے اور یہ ہار گلے کا طوق بن جاتی ہے۔کھیل کی ہار جیت کی بجائے اس ہار کی فکر کرنے کا کہتے ہیں جو ذلت بن کر گلے کا ہار بن جاتی ہے۔کاہل قومیں حریفوں کی زور آزمائی کا شکار ایسے بن جاتی ہے جیسے برگد کے سائے میں گھاس جل جاتی ہے۔بقول حالی:

پولو اور گھوڑ دوڑ کی سمجھو نہ ہار، اس ہار کو
جو یہاں ہارا، ہوئی ذلت گلے کا اس کے ہار
قوم جو اس دوڑ میں ہاری، اسے سمجھو کہ وہ
ہو گئی زور آزمائی کا حریفوں کی شکار
حق ہے غالب کا کہ کچلے اور دلے مغلوب کو
ہے یہی مغلوب ہونے کا مآل انجام کار(۷)

مولانا حالی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنے سکوت کو توڑ دینا چاہیے اور دنیا میں جو باقی پسماندہ قومیں ہیں وہ بھی اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھا رہی ہیں ان کی ترقی کی رفتار آہستہ ہے لیکن وہ ترقی کی دوڑ میں شامل تو ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یاد رکھو دوستو! سنت ہے یہ اللہ کی
جو نہ بدلی ہے، نہ بدلے گی، الیٰ یوم القرار
جو گرے گا، اپنے درجے سے گرایا جائے گا
جو گرے گا، اپنے درجے سے گرایا جائے گا(۸)

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنا کردار اس قدر مضبوط بنا لیں اور اپنے کردار کی تابناکی کو اس قدر عالم میں پھیلائیں کہ لوگ ان سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوں۔لیکن نہ تو مسلمانوں اور نہ ہی عالم دین کے کردار اتنے مضبوط ہیں لوگ ان سے متاثر ہو سکیں۔محنت کر کے منزل کا حصول ایسا اصول ہے جو قیامت تک نہ بدلا ہے نہ بدلے گا۔آپس میں اتفاق و اتحاد سے اور بھائی چارے سے رہیں۔حالی کے بارے میں صالحہ عابد حسین لکھتی ہیں:

"وہ سمجھاتے ہیں کہ ہندوستانی اگر آپس میں میل جول سے رہتے، بدگمانی اور تعصب نہ رکھتے تو کبھی غیروں کے غلام نہ بنتے۔یہ اسی لیے ہوا کہ ہم میں اتفاق نہ تھا، یکتانہ تھی۔"(۹)

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مسلمان آپس میں فرقہ واریت میں بٹے ہوئے ہیں اور یہ جنگ اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ شاید یہ کبھی شیر و شکر نہ ہو سکے۔اگر مسلمان قوم اسی حال میں مبتلا رہے تو پھر ذلت ان کا مقدر ٹھہرے گی اور یہ کبھی بھی ترقی نہیں کر سکیں گے کیونکہ اللہ کا قانون ہے جو جتنا گرتا جائے گا اسے اور گرا دیا جائے گا۔بقول مولانا ظفر علی خاں:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جسے خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا(۱۰)

جب تک انسان خود کوشش نہیں کرے گا اللہ اس کی مدد نہیں کرے گا۔جو خود کو جتنا آگے بڑھائے گا اس کو مزید ترقی ملے گی۔

إِنَّ اللهَ لايُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ وإِذَا أَرَادَ اللهُ بَقَوْمٍ سوئًا فَلاَ مردَّ لَهٗ ومَالَهُمْ مِنْ دُوْنِهٖ مِن وَال (رعد:۱۱)
ترجمہ: بیشک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا؛ جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہ بدل ڈالے اور جب اللہ کسی قوم کو برے دن دکھانے کا ارادہ فرماتا ہے تو پھر اُسے کوئی ٹال نہیں سکتا اور اللہ کے سوا ایسوں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوسکتا(۱۱)

پانچویں بند میں شاعر نے بتایا ہے کہ کچھ لوگ اس طرح سے فارغ بیٹھے ہیں جیسے انہیں اب دنیا میں کوئی کام ہی نہیں ہے۔وہ اپنے حصے کے تمام کام سمیٹ چکے ہوں۔بقول شاعر:

ایسے کچھ بیٹھے ہیں فارغ یار سب، کھولے کمر
جو مہم درپیش تھی وہ کر چکے گویا کہ سر
قوم میں تعلیم پھیلانی تھی سو پھیلا چکے!
ہوگیا وہ بیج (جو بویا تھا) نخل بار وَر!
پر جو سچ پوچھو تو ہم اب تک اسی منزل میں ہیں
باندھ کر اٹھے تھے جس منزل سے احرام سفر
روشنی تعلیم کی کچھ کچھ جویاں پاتے ہو تم
سب یہ جگنو کے سے چمکارے ہیں اے اہل نظر!
ہے جہالت کا اندھیرا ہم پہ جو چھایا ہوا
اس اندھیرے ہی میں آتے ہیں یہ سب جلوے نظر(۱۲)

اس دنیا میں جتنے بھی لوگ ہیں ان سب کے ذمہ کوئی نہ کوئی کام ہے۔کسی نے تعلیم پھیلانی ہے تو کسی نے فصلیں کاشت کرنی ہیں۔حالی جس دور میں پیدا ہوئے اس دور میں ہندوستان کا جاگیر دارانہ نظام زوال پذیر ہو چکا تھا۔ذرائع پیداوار، صنعت و حرفت اور معاشی حالات پر جمود کی کیفیت تھی۔ مغرب کا نظام بتدریج بڑھ رہا تھا۔ہندوستان صدیوں سے دیہی معشیت، غیر مشینی زراعت، گھریلو دستکاری اور ایک خاص طرح کے جاگیر داران نظام میں زندگی گزار رہا تھا۔انگریز نے مشینی سرمایہ داری کو ترقی دی اور ہندوستانی زراعت کا نظام فیل کر دیا۔اپنے اپنے حصے کا کام سب انسانوں نے کرنا ہے۔سب کو اپنی ذمہ داریاں پوری کرنی ہے۔مگر یہ لوگ تو وہیں کھڑے ہیں جہاں سے انہوں نے ابھی سفر شروع کیا تھا۔منزل پر تو تب پہنچیں گے جب سفر کو رواں رکھیں گے۔حالی کے دل میں قوم کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"اردو شاعری میں اس سے پہلے بعض افراد یا بعض طبقوں کے حالِ زار پر تو نالہ وزاری کی گئی ہے لیکن کسی آنکھ نے پوری قوم کے لیے چار آنسو نہیں بہائے۔"(۱۳)

تعلیم جگنو کی طرح ہے جو جہالت کے اندھیروں میں جلوہ گر ہوتی ہے گو کہ انسان فلک تک جا پہنچا مگر علم سے خالی رہا ہے۔ہر شعبے میں ان کی پستی کے نشان نمایاں ہیں اہل ہمت کو ملک کی ترقی کے لیے انمول سمجھنا چاہیے۔اس پستی کے درجہ سے جس کے بعد کچھ باقی نہیں رہتا ہمیں ان کی ہمت درکار ہے۔ہم ہر شعبے میں پیچھے رہ چکے ہیں چاہے یہ تجارت کا ہو, صنعت کا ہو یا علم و ہنر کا ہو۔ہر میدان میں پیچھے ہیں اس لئے ہمت کرکے ہمیں دوسری قوموں سے مقابلہ کرنا ہے بلکہ ان سے آگے بڑھنا ہے۔ بقول حالی:

پست ہے ہمسر سے جو اپنے، یہ سمجھا دو! اسے
خاک ہے وہ، گو کہ ہے پہنچا ہوا افلاک پر
اپنی پستی کے نشاں پاتے ہیں ہر منزل میں ہم
کیا تجارت کیا صناعت، اور کیا علم و ہنر(۱۴)

چھٹے بند میں شاعر لکھتے ہیں کہ ہر قوم میں اچھے لوگ موجود ہوتے ہیں اور برے لوگ بھی موجود ہوتے ہیں۔جیسے قوم نوح میں چند لوگ بچے تھے ان بھاگوانوں کی مثال آج کے دور کے ساٹھ ملین لوگوں کی سی ہے۔اس قوم کی کوئی عزت نہیں ہے یہ اسی کے مستحق جو انہیں مل رہا ہے۔ان کی حالت ایسے ہے جو کُل امت کو موت کے تحت متحد کرتا ہے اپنے حق کا سوال کرنے والے کے عزیز اگر بستی سے نہ نکال سکیں تو ان کا نام اسلام کی فہرست سے نکال دیا جاتا ہے۔بقول حالیؔ:

ان عزیزوں کی اخوت سے جنہیں آتا ہو ننگ
نام لیں فہرست سے اسلام کی اپنا نکال
ورنہ ذلت سے نکالیں انکو اور یہ جان لیں
انکی ذلت میں انہیں عزت سے رہنا ہے محال
گھر میں اپنے بیٹھ کر جو چاہے سو بن لے کوئی
غیر قوموں میں نہیں حاصل اسے جڑانفعال
کہتے ہیں غیر اسکو ہم جنسوں میں اجلا دیکھر
یہ وہی کوا ہے لیکن ہنس کی چلتا ہے چال
وہ یہی خطرہ ہے جسکے ڈر سے مال اورجان سب
کر رہی ہیں اپنی اپنی قوم پر قربان سب(۱۵)

یہ وہی امت ہے جو محنت کے لیے اپنا خون پسینہ ایک کر دیتی ہے مگر اتنی مشقت کے باوجود ان کو کبھی کوئی آسائش میسر نہیں آتی ہے بلکہ یہ اپنے اہل و عیال کی دو وقت کی روٹی کے لیے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ایسے اسلامی بھائی اپنا نام اسلام کے دائرہ سے خارج کر لیں جو دوسروں کی مدد نہیں کرتے۔یہ اپنی تہذیب کو بھول کر غیروں کی پیروی کرتے ہیں۔جو اپنے سے کچھ بہتر حالات میں ہوں اس کا حوصلہ بڑھانے کی بجائے یہ کہتے ہیں کہ یہ ہنس کی چال چلنے والا کوا ہے اور مشہور ہے کہ:

"کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔"

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اسی ڈر سے تمام اقوام اپنا مال و جان سب قربان کر رہے ہیں۔ساتویں بند میں شاعر نے حکومت پر تنقید کی ہے کہ ایک وقت تھا جب حکمران رعایا کی قسمت کے فیصلے کرتے تھے۔عوام حکمرانوں کے ہاتھ میں کھلونا بنی تھی۔جیسے غسال کے ہاتھ میں مردہ ہو۔رعایا کا ہمدرد صرف بادشاہ تھا۔اس کی اصلاح کرنے والا کوئی نہ تھا۔قوم کے مقاصد ختم ہو چکے تھے۔ان اقوام کی غیرت مر چکی تھی۔ہر کوئی اپنے راگ الاپ رہا تھا۔یہ کارواں کب سے رکا کھڑا تھا۔لیکن جب آزادی کی لہر اٹھی تو اس نے تمام رکاوٹیں ہٹا کر ان کے راستے کو ہموار کیا۔رعایا کو ان کی مناسبت سے قانون ملا۔انصاف نے سب راستے ہموار کر دئے۔ملک و قوم کی ترقی کے لیے سب کوشاں ہیں۔جو خود کو عظیم باپ کی اولاد کہتے ہیں تو ان کو بھی عظیم کام کرنا ہوں گے ورنہ اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرنا چھوڑ دیں۔وہ دور گزر چکا ہے جب چھوٹوں کو بڑا بنا کے ان کی تابعداری کرنی پڑتی تھی۔ اب وہ زمانہ ہے کہ جب قسمت نہیں بلکہ ہمت اور غیرت کا امتحان پاس کرنا ضروری ہے۔

اب بڑائی کا ہے استحقاق پر سارا مدار
ہو گا جو کزار اسی کو مرحمت ہو گا نشاں
قسمتوں کی آزمائش کا زمانہ ہو چکا
ہے بس اب یاں ہمتوں اور غیرتوں کا امتحاں(۱۶)

مولانا حالی قوم کے لیے سچی تڑپ رکھتے تھے اور اس تڑپ کا اظہار وہ اپنے اشعار میں کرتے تھے۔ایسی تڑپ کا اظہارa انھوں نے اپنی فارسی شاعری میں بھی کیا ہے بقول صالحہ عابد:

"انھوں نے ایک فارسی شعر میں انسانیت کا مطلب یہ بتایا ہے کہ انسانیت یہ ہے کہ اگر نجد جیسے دور کے علاقے میں لُو چلے تو ہم عدن کے باغ میں بیٹھ کر اس کی گرمی محسوس کریں۔"(۱۷)

جس واقعہ یا سانحہ سے شاعر جتنا متاثر ہوتا ہے۔حالی بھی اپنی قوم کے لیے یہ سوز اپنے دل میں رکھتے تھے اسی لیے ان کی شاعری میں اثر نظر آتا ہے۔حالی کی زبان سیدھی سادھی اور سادہ ہے اور اسی کو انھوں نے خیال کا ذریعہ بنایا ہے۔اور حالی کا کردار ایسا ہے جو ادب میں اخلاقی رویہ اپناتا ہے لیکن شاعری میں طلسمی رنگ پایا جاتا ہے اور ان کی نظمیں دل کی گہرائیوں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ الطاف حسین حالی، تحفۃ الاخوان، لاہور: مالک مرغوب ایجنسی، 1914ء، ص ۲
۲۔ القرآن، سورہ آل عمران: ۲۶
۳۔ الطاف حسین حالی، تحفۃ الاخوان، ص ۴
۴۔ ایضاً، ص ۶
۵۔ ایضاً، ص ۸
۶۔ کوثر مظہری، "جدید نظم، حالی سے میراجی تک"، نئی دہلی: جامعہ ملیہ اسلامیہ، ۲۰۰۵ء، ص ۶۵
۷۔ الطاف حسین حالی، تحفۃ الاخوان، ص ۱۲
۸۔ ایضاً، ص ۱۳
۹۔ صالحہ عابد حسین، الطاف حسین حالی، انڈیا: نیشنل بک ٹرسٹ، 1975ء، ص ۸۶
۱۰۔ مولانا ظفر علی خان، بہارستان، لاہور: اردو اکیڈمی پنجاب، ۱۹۳۷ء، ص
۱۱۔ القرآن: رعد: ۱۱
۱۲۔ الطاف حسین حالی، تحفۃ الاخوان, ص ۱۴

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

۱۳۔ ڈاکٹر گیان چند، اردو شاعری کے مجدد، مشمولہ: ساحل احمد، مطالعہ حالی، الہٰ آباد: اردو رائٹرز گلڈ ۱۹۹۷، ص ۶۱

۱۴۔ الطاف حسین حالی، تحفۃ الاخوان، ص ۱۵

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۹

۱۶۔ ایضاً، ص ۲۳

۱۷۔ صالحہ عابد حسین، الطاف حسین حالی، ص ۸۹، ۸۸